قائد اعظم اور اہل قلم کی ذمہ داریاں
ادارہ فروغ قومی زبان
قومی تاریخ و ادبی ورثہ ڈویژن
اسلام آباد
اخبارِ اردو
فروری۔مارچ ــــ ۲۰۱۸ء
کتب خانوں کی اہمیت

ادارہ فروغ قومی زبان

قومی تاریخ و ادبی ورثہ ڈویژن

ماہنامہ

اخبارِ اُردو

اسلام آباد

۳۶ شمارہ:۲۔۳......فروری، مارچ ۲۰۱۸ء

☆☆☆☆

فون : +۹۲ ۵۱ ۹۲۶۹۷۶۰ +۹۲ ۵۱ ۹۲۶۹۷۶۱ +۹۲
+۹۲ ۵۱ ۹۲۶۹۷۶۲

فیکس : +۹۲ ۵۱ ۹۲۶۹۷۵۹

ای میل : akhbareurdu@gmail.com

ویب گاہ : www.nlpd.gov.pk

پتا : ادارہ فروغ قومی زبان (مقتدرہ قومی زبان)،
پطرس بخاری روڈ، ایچ ۸/۴، اسلام آباد (پاکستان)

شرح خریداری

سالانہ : ۳۰۰ روپے فی پرچہ : ۳۰ روپے

بیرون ممالک: ۵۰ امریکی ڈالر

(صرف بذریعہ بینک ڈرافٹ/منی آرڈر بنام مقتدرہ قومی زبان)

ناشر: ایگزیکٹو ڈائریکٹر (معتمد)، ادارہ فروغ قومی زبان (مقتدرہ قومی زبان)،

ایچ ۸/۴، اسلام آباد

طابع: ورڈ میٹ پرنٹرز، اسلام آباد، فون: ۴۱۰۲۷۸۱

مضمون نگاروں کی آراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں

ضروری اطلاع

مندرجات

ناشر: ایگزیکٹو ڈائریکٹر، ادارہ فروغ قومی زبان (مقتدرہ قومی زبان)، اسلام آباد
طابع: ورڈ میٹ اسلام آباد، فون: ۴۱۰۲۷۸۱
مضمون نگاروں کی آراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں

محمد عارف سومرو
(اردو وکی پیڈیا، کراچی)

سرسید احمد خاں کی سائنٹیفک سوسائٹی
قیام و خدمات

سرسید احمد خاں بلاشبہ برصغیر پاک و ہند کی نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔ وہ ایک بہترین انشاپرداز، نثرنگار، مترجم، صحافی، مؤرخ اور مفسر تھے۔ آج ہم پاکستان اور بھارت میں ان کے دوسوسالہ جشن ولادت کے سلسلے میں مختلف تقریبات، مباحثات اور جامعات میں کانفرنسز کا انعقاد کر کے خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ ان کے کارناموں کی تفصیل بہت طویل ہے۔ علی گڑھ میں اسکول اور کالج کا قیام، سائنٹفک سوسائٹی کا قیام، محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کا قیام (جس کا نام بعد میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ہو گیا)، علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ یا اخبار سائنٹفک سوسائٹی کا اجرا، سید الاخبار کی ادارت، آثار الصنادید، تاریخ سرکشی بجنور، سیرت فریدیہ، تبیین الکلام، اور اسباب بغاوت ہند جیسی لازوال کتب کی تصنیف و تالیف، تزک جہانگیری کی تدوین ان کے چیدہ چیدہ اور خاص کارنامے ہیں۔ میں اپنے مقالے میں صرف سائنٹفک سوسائٹی اور اس کی خدمات پر ہی روشنی ڈالوں گا۔

۱۸۶۳ء میں سرسید نے ایک رسالہ "التماس بخدمت ساکنان ہند۔ درباب ترقی تعلیم اہل ہند" شائع کیا تھا۔ اس رسالے کے عنوان سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس وقت سرسید نہایت تندہی سے "ترقی تعلیم اہل ہند" کے لیے کوشاں تھے اور اس سلسلے میں ساکنان ہند کی خدمت میں اپنی التماس پیش کر رہے تھے۔ یہ وہی دور ہے جب سرسید کسی بھی مذہبی امتیاز کے بغیر ہندوستان کے عوام کی تعلیمی ترقی کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں۔ اس رسالے کے متن سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید مغربی علوم کی کتابوں کو مقامی زبان یعنی ورناکیولر میں ترجمہ کروا کر شائع کرنے کے واسطے ایک سوسائٹی بنانے کے متمنی تھے۔ یہ رسالہ جن لوگوں تک پہنچا ان میں سے بیشتر حضرات نے سرسید کے خیالات کی تائید کی اور اپنا علمی تعاون دینے کا وعدہ کر کے ان کی حوصلہ افزائی بھی کی جس کے نتیجے میں ۹ جنوری ۱۸۶۴ء کو غازی پور میں سرسید کے مکان واقع محلہ میاں پورہ کی لال کوٹھی (موسومہ شمس منزل) میں ایک بڑے جلسے کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں کافی تعداد میں انگریزوں اور ہندوستانیوں نے شرکت کی تھی، سائنٹفک سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا تھا۔ مسٹر بی ساپٹے (کلکٹر غازی پور) نے اس جلسے کی صدارت کی۔ لیفٹننٹ ایف آئی گراہم اور سرسید احمد خان سائنٹفک سوسائٹی کے لائف سیکریٹری مقرر کیے گئے۔ سائنٹفک سوسائٹی کے ابتدائی اراکین کی تعداد ۱۰۹ تھی جن میں ۴۸

انگریز، ۳۲ ہندو اور ۲۷ مسلمانوں کے نام شامل تھے۔

سائنٹفک سوسائٹی کے اغراض و مقاصد یہ تھے:

(۱) ان علوم و فنون کی کتابوں کا جن کا، جن کو انگریزی زبان میں یا یورپ کی کسی اور زبان میں ہونے کے سبب ہندوستانی نہیں سمجھ سکتے، ایسی زبانوں میں ترجمہ کرنا، جو ہندوستانیوں کے عام استعمال میں ہوں۔

(۲) جب کبھی سوسائٹی مناسب سمجھے تو کوئی ایسا اخبار یا گزٹ یا روزنامچہ یا میگزین وغیرہ چھاپ کر مشتہر کرنا، جس سے ہندوستانیوں کے فہم و فراست کی ترقی متصور ہو۔

(۳) ایشیا کے قدیم مصنفین کی کم یاب اور نفیس کتابوں کو تلاش کر کے بہم پہنچانا اور چھاپنا۔

سائنٹفک سوسائٹی کے قیام کے پہلے دن سے کتابوں کے ترجمے تیار کرنے کا کام شروع کر دیا گیا تھا۔ اس کام کے لیے بابو گنگا پرساد کو انگریزی مترجم کے طور اور مولوی فیاض الحسن کو اردو (یا ورناکیولر) مترجم کے بطور ۸۰ اور ۵۰ روپے بالترتیب ماہوار تنخواہوں پر مقرر کیا گیا۔ ترجمے کے لیے مختلف لوگوں کی رائے سے جن شعبوں پر انگریزی کتابوں کا انتخاب کیا گیا، ان میں تاریخ، جغرافیہ، جیالوجی، فزکس، کیمسٹری، زراعت اور پولیٹکل اکانومی وغیرہ پر کتابیں شامل تھیں۔ سائنٹفک سوسائٹی نے تقریباً چالیس علمی اور تاریخی کتابیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرائیں، جن میں بعض کے نام جو درج ذیل ہیں:

۱۔ تاریخ مصر مولفہ رولن
۲۔ تاریخ چین بزبان فارسی قلمی، ترجمہ پادری ایکوس
۳۔ تاریخ یونان مولفہ رولن
۴۔ تزک جہانگیری قلمی
۵۔ رسالہ علم فلاحت مولفہ اسکاٹ برلن
۶۔ رسالہ علم انتظام مدن (پولیٹیکل اکانمی) مولفہ علیم سنیر
۷۔ ایک گفتگو بر عہد لارڈ ڈلہوزی و لارڈ کیننگ مترجم لیفٹیننٹ کرنل گریہم بزبان اردو
۸۔ تاریخ ہند مولفہ الفنسٹن
۹۔ رسالہ علم آلات مولفہ ٹامسن
۱۰۔ رسالہ علم طبیعات مولفہ ٹامسن
۱۱۔ رسالہ علم آب و ہوا مولفہ ٹامسن
۱۲۔ رسالہ برقی مولفہ ہیرس
۱۳۔ دیباچہ تاریخ فیروز شاہی
۱۴۔ ٹاڈ ہنٹر کی کتاب اقلیدس مترجم مولفہ ذکاءاللہ
۱۵۔ جغرافیہ مولفہ پادری ولکنسن
۱۶۔ سیاست مدن (مل کی پولیٹیکل اکانمی کا انتخاب) مترجم پنڈت دھرم نرائن
۱۷۔ ترجمہ علم سیاحت مولفہ ٹاڈ ہنٹر
۱۸۔ ترجمہ علم مثلث مولفہ ٹاڈ ہنٹر
۱۹۔ ترجمہ الجبرا مبتدیوں کے لیے، مولفہ ٹاڈ ہنٹر
۲۰۔ ترجمہ نظریہ مساوات مولفہ ٹاڈ ہنٹر
۲۱۔ گال برےتھ اور ہاٹن کی سائنٹفک مینول یوکلڈ کا ترجمہ
۲۲۔ گال برےتھ اور ہاٹن کی سائنٹفک الجبرا کا ترجمہ
۲۳۔ برنالڈ سمتھ کی ارتھمیٹک کا ترجمہ
۲۴۔ برنارڈ سمتھ کے الجبرا کا ترجمہ
۲۵۔ گال برےتھ کی کتاب حساب کا ترجمہ
۲۶۔ ٹاڈ ہنٹر کے الجبرا کا ترجمہ (کالجوں اور مدارس کے لیے)
۲۷۔ گال برےتھ کی Plain علم مثلث
۲۸۔ ٹاڈ ہنٹر کی Plain Co-Ordinat Geometry

۲۹۔ ناؤ بنشر کی Integral Calculus تکمیلی احصا
۳۰۔ ناؤ بنشر کی Diffrential Calculus تفرقی احصا
۳۱۔ ترجمہ تاریخ ایران مولفہ سرجان میلکم

ابھی سائنٹفک سوسائٹی کے قیام کو تین ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ اپریل ۱۸۶۴ء میں سرسید کا غازی پور سے علی گڑھ تبادلہ ہوگیا اور انہوں نے پرانی چھاؤنی کے علاقے میں دیوانی کچہری کے قریب (مسیحی قبرستان کے مغرب میں) واقع ایک بڑا بنگلہ اپنی رہائش کے لیے خرید لیا، سائنٹفک سوسائٹی کا دفتر اور اس کا عملہ سرسید کے ساتھ ہی اسی بنگلے میں منتقل ہوگیا۔ اسی بنگلے کے احاطے ہی میں سرسید نے اپنا چھاپہ خانہ بھی لگوایا تھا اور سائنٹفک سوسائٹی کا دفتر بھی قائم کیا تھا، جو سوسائٹی کی نئی عمارت تعمیر ہونے تک وہیں رہا۔

علی گڑھ پہنچنے کے بعد سرسید نے سائنٹفک سوسائٹی کے لیے ایک عمارت بنوانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ انہوں نے گورنمنٹ سے دیوانی عدالت کے جنوب میں واقع تین ایکڑ زمین اس عمارت کو تعمیر کرنے کے واسطے حاصل کر لی تھی اور تقریباً ۹۰۰۰ روپے عمارت کی تعمیر اور ۳۰۰۰ روپے کتابوں اور آلات علوم وفنون کے واسطے مقامی روساسے بطور چندہ جمع کر لیا تھا۔ سوسائٹی کی عمارت کا سنگ بنیاد شمال مغربی صوبے کے لیفٹننٹ گورنر سے ۲۰ نومبر ۱۸۶۴ء کو رکھوایا گیا۔ تقریباً سوا سال کے اندر یہ عمارت تیار ہوگئی۔ ۱۴ فروری ۱۹۶۶ء کو اس عمارت کا افتتاح میرٹھ ڈویژن کے کمشنر مسٹر ایف ولیمس نے کیا تھا۔ اس عمارت کو سرسید نے "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ" کے نام سے موسوم کیا۔ یہ عمارت ایک وسیع احاطے کے درمیان واقع تھی جس میں نہایت سلیقے اور اہتمام کے ساتھ چمن بندی کی گئی تھی۔ سایہ دار درخت، پھولوں کی کیاریاں، عمدہ گھاس کے لان اور روشیں منصوبہ بند طریقے پر آراستہ کی گئی تھیں۔ اس چمن کا منصوبہ علی گڑھ کے کلکٹر مسٹر جی ایل لینگ کی صاحبزادی نے تیار کیا تھا، مس لینگ کا جواں سالی میں ہی اچانک انتقال ہوگیا۔ سرسید نے مس لینگ کی یاد میں چمن کے لان پر ایک خوبصورت فوارہ نصب کروایا تھا جس کو "مس لینگ کوئن" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ خوبصورت فوارہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اب بھی موجود ہے۔ انسٹی ٹیوٹ کے اس چمن کی اس وقت اتنی شہرت تھی کہ دور دور سے لوگ صرف اس چمن بندی کو دیکھنے کے لیے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ آیا کرتے تھے۔

سائنٹفک سوسائٹی یعنی علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ کی عمارت نہایت ہی افادی قسم کی عمارت تھی یعنی جن مقاصد کو پورا کرنے کے لیے یہ عمارت تعمیر کی گئی تھی ان کی مناسبت سے اس میں جگہ کا نہایت مناسب اور موزوں استعمال کیا گیا تھا۔ یہ اینگلو انڈین فن تعمیر کا ایک خوبصورت نمونہ تھی۔ اس عمارت کے نقشے کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ سرسید پرنٹ میڈیا (یعنی کتابوں) کے علاوہ بصری و نظری (Audio Visual) طریقہ تعلیم کو جدید علوم اور سائنسی معلومات کو عام کرنے کے لیے نہایت موثر طریقے سے استعمال کرنے کے متمنی نظر آتے ہیں، جس سے ان کی عوام میں جدید علوم اور سائنسی ادراک کو مشتہر کرنے کی خواہش کی شدت کا احساس ہوتا ہے۔ اس عمارت کے وسط میں ایک بڑا ہال تھا جسے جلسے، میٹنگیں، تقریریں، علمی مباحثہ وغیرہ کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس ہال کے ایک طرف ایک بڑی لائبریری اور عمدہ ریڈنگ روم تھا جو عام لوگوں کے لیے کھلا رہتا تھا۔ اس ہال کے دوسری طرف سائنسی تجربات کے لیے ایک عمدہ لیبارٹری اور اس کے ساتھ ایک عجائب گھر بھی قائم کیا گیا تھا، عجائب گھر میں

> سائنٹفک سوسائٹی کے قیام کے پہلے دن سے کتابوں کے ترجمے تیار کرنے کا کام شروع کر دیا گیا تھا۔ اس کام کے لیے بابو گنگا پرساد کو انگریزی مترجم کے بطور اور مولوی فیاض الحسن کو اردو (یا ورنا کیولر) مترجم کے بطور ۸۰ اور ۵۰ روپے بالترتیب ماہوار تنخواہوں پر مقرر کیا گیا

مختلف آلہ جات جیسے ٹیلی اسکوپ وغیرہ، نیز مختلف زراعتی اوزار اور مشینوں کے ماڈل، پرانے سکے، گلوب، عمدہ نقشے اور بادشاہوں کی مہریں وغیرہ شامل تھیں۔ اس میوزیم میں موجود آرکیالوجیکل کلیکشن خاصی اہمیت کا حامل تھا جس میں قدیم کتبات، پاٹری (Pottery)، سینڈ اسٹون کے مجسمے اور ان کے دیگر باقیات شامل تھیں۔ اس کلیکشن میں موجود مجسموں کو انسٹی ٹیوٹ کے احاطے کی دیوار کے سہارے بڑے قرینے سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اسی عمارت میں سائنٹفک سوسائٹی کا دفتر بھی قائم کیا گیا تھا اور یہاں بعدازاں سرسید نے اپنا ذاتی چھاپہ خانہ جو انہوں نے نہایت گراں قیمت یعنی ۸۰۰۰ روپے میں خریدا تھا، تحفتاً سائنٹفک سوسائٹی کی نذر کر دیا تھا، جو انہوں نے اپنے بنگلے سے منتقل کر کے انسٹی ٹیوٹ کے احاطے میں ہی نصب کر دیا تھا اور سائنٹفک سوسائٹی کی کتابوں اور انسٹی ٹیوٹ گزٹ یا اخبار سائنٹفک سوسائٹی کی طباعت کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ سرسید احمد خان نے ۳۰ مارچ ۱۸۶۶ء کو 'اخبار سائنٹفک سوسائٹی' یا 'علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ' جاری کیا اور یہ سرسید کی وفات کے بعد بھی باقاعدگی سے نکلتا رہا۔ یہ اخبار پہلے ہفت روزہ تھا، پھر سہ روزہ ہوگیا۔ اس کا ایک کالم انگریزی میں اور ایک اردو میں ہوتا تھا اور بعض مضامین اردو میں الگ اور انگریزی میں الگ چھاپے جاتے تھے۔ اس لیے اس سے انگریز اور ہندوستانی دونوں فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ پہلے پہل سرسید اس میں سیاسی مسائل پر مضامین اور شذرات لکھتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف حکومت کو اور انگریز قوم کو ہندوستانیوں کے خیالات اور احساسات سے آگاہ کیا جائے، دوسری طرف ہندوستانیوں میں سیاسی ذوق پیدا کیا جائے اور انہیں انگریزی طرز حکومت سے آشنا کیا جائے۔ دو زبانوں کو ذریعہ بنانے کا مقصد یہ تھا کہ انگریزی خیالات کو ہندوستانی لباس میں اور ہندوستانی خیالات کو انگریزی لباس میں ظاہر کر کے دونوں قوموں کو ملایا جائے۔ اس اخبار کے بارے میں حالی اپنی کتاب 'حیات جاوید' میں لکھتے ہیں:

"اس (اخبار) میں سوشل، اخلاق، علمی اور پولیٹیکل، ہر قسم کے مضامین برابر چھپتے تھے۔ جب تک سرسید کی توجہ دوسری جانب مائل نہیں ہوئی، علاوہ ان لیڈنگ آرٹیکلوں کے، جو وہ خود لکھتے تھے، انگریزی اخباروں سے عمدہ عمدہ آرٹیکل جو معاملات ہندوستان سے علاقہ رکھتے تھے، برابر ترجمہ ہو کر اس میں چھاپے جاتے تھے۔ ہندوستان کے طریق معاشرت، یا تعلیم یا کسی علمی یا تاریخی تحقیقات کے متعلق جتنے لیکچر (سائنٹفک) سوسائٹی میں دیے جاتے تھے، وہ سب اس کے ذریعے سے شائع ہوتے تھے۔"

اس اخبار نے اردو قارئین کے باشعور طبقے کے ذہنوں کو کافی حد تک متاثر کیا اور انہیں جدید علوم وفنون کی طرف راغب کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا، جس سے ہندوستانیوں کے جامد تصورات متحرک کرنے میں بڑی حد تک مدد ملی۔ حکومت اور عوام سے رابطہ قائم کرنے، رائے عامہ ہموار کرنے اور لوگوں تک اپنا نقطہ نظر پہنچانے اور انہیں ہم نوا و ہم خیال بنانے میں انسٹی ٹیوٹ گزٹ سرسید کے لیے سب سے موثر آلۂ کار ثابت ہوا۔

سرسید نے انسٹی ٹیوٹ میں ایک گارڈن بھی قائم کیا جسے انسٹی ٹیوٹ گارڈن کہا جاتا تھا۔ انہوں نے انسٹی ٹیوٹ گارڈن کے ذریعے زراعت کے میدان میں مناسب ٹیکنالوجی کو عام کرنے کے سلسلے میں اہم خدمات انجام دیں تھیں۔ ہینڈ پمپ لگانے کا طریقہ عام کرنے میں ہر طرح کی تکنیکی امداد فراہم کی جاتی تھی۔ تمباکو کی کاشت کے جدید

طریقوں کو عام کرنے میں بھی انسٹی ٹیوٹ گارڈن نے اہم رول ادا کیا تھا۔ انسٹی ٹیوٹ گارڈن میں آبپاشی کے جدید طریقوں کو دکھلانے کے لیے دو پمپوں کا استعمال کیا جاتا تھا جن کے ذریعہ سینچائی کے لیے پانی نکالنے کا "ڈیمانسٹریشن" عام لوگوں کے لیے کیا جاتا تھا۔ اسی طرح بڑے کاشتکاروں اور زمینداروں کو گیہوں اور جوار کی کاشت کے جدید طریقوں کے استعمال اور ان کے فوائد سمجھائے جاتے تھے۔ غرض ہندوستانی حقائق سے آگاہی کے معاملے میں سرسید کے فکری شعور کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ شروع ہی سے سائنس اور زراعت کا رشتہ جوڑنے کی کوشش کرتے رہے تھے۔

سرسید کی توجہ کا مرکزی نکتہ سائنس اور سائنسی علوم کی مسلمانوں میں ترویج اور فروغ تھا۔ سائنٹفک سوسائٹی کا قیام ان کی اسی سوچ کا غماز تھا۔ مغرب کی سائنسی علوم میں ترقی کو انہوں نے اپنی فکر و فلسفہ کا محور بنایا۔ انہیں احساس تھا کہ ہندوستان کے لوگ اور خصوصاً مسلمان سائنسی علوم وفنون اور اس کے نتیجے میں ہونے والی سائنسی ایجادات واختراعات کے ادراک سے کوسوں دور ہیں۔ سائنٹفک سوسائٹی قائم کر کے سرسید نے ہندوستانی عوام میں سائنسی علوم وفنون، تعلیم، صحافت کی ترویج واشاعت، زراعت کے جدید طریقوں کا استعمال کا شعور اجاگر کرنا، علی گڑھ گزٹ کا اجرا اور چھاپہ خانہ قائم کر کے طباعت واشاعت کا جو کام کیا، وہ بلاشبہ ناقابل فراموش ہے۔ بے شک سائنٹفک سوسائٹی سرسید احمد خان کے فکر و فلسفے کی عملی تصویر اور حقیقی ترجمان تھی۔

ماخذات

۱) پروفیسر افتخار عالم خاں، سرسید اور جدیدیت، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۱۳ء
۲) ڈاکٹر عبدالسلام خورشید صحافت پاکستان و ہند میں، مجلس ترقی ادب لاہور، طبع دوم، نومبر ۲۰۱۶ء
۳) پروفیسر افتخار عالم خاں، سرسید احمد خاں، اردو اکادمی دہلی، ۲۰۱۳ء
۴) الطاف حسین حالی، حیات جاوید، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، تیسرا ایڈیشن، ۱۹۹۰ء
۵) اصغر عباس، سرسید کی سائنٹفک سوسائٹی، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، ۲۰۱۳ء
۶) ڈاکٹر رفیق زکریا، ہندوستانی سیاست میں مسلمانوں کا عروج (۱۸۸۵ تا ۱۹۰۶ کے حالات کا سیاسی تجزیہ) مترجم ڈاکٹر ثاقب انور، قومی کونسل برائے فروغ اردو نئی دہلی، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۳ء
۷) عقیل عباس جعفری، حیات سرسید ماہ و سال کے آئینے میں، ماہ نو سرسید احمد خان نمبر، ۲۰۱۷ء
۸) ڈاکٹر مولوی عبدالحق، سرسید احمد خاں حالات وافکار، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۸ء

☆☆☆

ڈاکٹر شازیہ کنول، لاہور

محمد علی اسد بھٹی......ایک درویش صفت ادیب

بڈالی کی معروف علمی، ادبی و سماجی شخصیت محمد علی اسد بھٹی ۲۳ فروری ۱۹۹۰ء کو بڈالی کی زمیندار فیملی عنایت اللہ بھٹی کے گھر پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی پھر فوج میں بھرتی ہو گئے۔ ۱۸ سال فوج میں خدمات سرانجام دینے کے بعد ۱۹۹۶ء میں ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد سماجی سرگرمیوں میں دلچسپی لینا شروع کی اور ۲۰۰۰ء کے بلدیاتی انتخابات میں علاقے کے کونسلر منتخب ہوئے۔ کونسلر منتخب ہونے کے بعد علاقے کے ترقیاتی کاموں میں بنیادی کردار ادا کیا اور شہر کے مسائل کے حل کرنے کے لیے سابق گورنر پنجاب ریٹائرڈ جنرل محمد صفدر، گورنر خالد مقبول، وزیراعلیٰ چودھری پرویز الٰہی اور دیگر حکام سے ذاتی ملاقاتیں کر کے گورنمنٹ گرلز ہائی سکول بڈالی میں بجلی لگوائی، گرلز ہائی سکول میں ذاتی نگرانی میں سائنس لیبارٹری تعمیر کروائی اور ۲۰ سال سے سائنس کے استاد سے محروم گرلز سکول کے لیے ۳ سال تک عدالتی کیس لڑنے کے بعد سپریم کورٹ آف پاکستان کے آرڈر سے سائنس ٹیچر کی خالی آسامیوں پر سائنس ٹیچرز تعیناتیاں کروانے میں کامیاب ہوئے۔ بڈالی شہر کو سوئی گیس جیسی بنیادی سہولت کی فراہمی کے لیے غلام احمد مغل مرحوم جیسی سماجی شخصیت کے ساتھ مل کر بڈالی کے لیے سوئی گیس کا پوائنٹ لگوایا اور سوئی گیس کی سروے ٹیم میں بطور ممبر بڈالی کا سروے کروایا۔ مستحقین جناح کالونی کا کیس لڑا اور ان کو تین مرلے کے پلاٹ دلوائے۔ یونین کونسل نمبر ۱۹ میں لٹریسی سکیموں میں مرکزی کردار ادا کرنے کے علاوہ دیگر ترقیاتی کاموں میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ مختلف سماجی و ادبی تنظیموں سے وابستہ رہے اور مختلف ذمہ داریاں نبھائیں۔ انجمن تاجران بڈالی کے صدر، الخدمت فاؤنڈیشن بڈالی کے چیئرمین، ماحولیاتی کمیٹی کے کنوینر، انجمن اصلاح المسلمین رجسٹرڈ بڈالی کے جنرل سیکرٹری، ایکس سروس مین سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری، علم و ادب سوسائٹی کے سرپرست، ڈولا بھٹی اکیڈمی لاہور، ورلڈ پنجابی کانگریس پاکستان، ملیراں ادبی بورڈ لاہور، حلقہ تصنیف ادب، حلقہ ارباب ذوق، مسعود کھدر پوش ٹرسٹ لاہور، پنجابی ادبی سنگت، پشتو ادبی لوڑ بلوچستان کے ممبر رہے۔ بچپن ہی سے ادب اور فنون لطیفہ سے لگاؤ تھا۔ شعروشاعری، مضمون نویسی اور کہانیاں لکھنے کا شوق تھا اور پھر فوج کی عملی زندگی میں میجر سید ناصر زیدی جیسی ادبی شخصیت سے سیکھنے کا موقع ملا۔ یونٹ کی ڈرامیٹک سوسائٹی کے مستقل ممبر رہے۔ پنجابی کے بے مثل شاعر استاد دامن، سابق وزیراعلیٰ پنجاب و سپیکر پنجاب اسمبلی محمد حنیف رامے، پشتو کے نامور ادیب و خطاط صاحبزادہ حمید اللہ چشتی اور ڈاکٹر سید اختر حسین اختر جیسے لوگ ذاتی دوست تھے جن کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ برصغیر کے شہرہ آفاق صحافی، کالم نگار و ادیب خشونت سنگھ سے ذاتی تعلق تھا۔ صحافت میں روزنامہ انصاف لاہور اور ماہنامہ تکبیر ٹائمز فیصل آباد کے ساتھ بطور نمائندہ خصوصی کام کیا۔ مقامی اخبارات نوائے جوہر، نوائے شرر، خوش آب، خوشاب نیوز، گولڈن ٹرتھ، رفیق اور صدائے تبسم وغیرہ سے منسلک رہے۔

ملک کے معروف جرائد اردو ڈائجسٹ، مون ڈائجسٹ، تکبیر ٹائمز، خواتین میگزین، جہاد کشمیر، ندائے کسان، پیغام ڈائجسٹ، ایشیا، سچی کہانیاں، اخبار اردو، فیملی میگزین، اخبار جہاں، ارژنگ انٹرنیشنل، ملیراں، ساجھاں، پنجابی ادب کے علاوہ کلکتہ بھارت سے چھپنے والے معروف اردو ادبی ماہنامہ "انشا" وغیرہ میں کہانیاں، مضامین، افسانے اور شاعری چھپتی رہی۔ مون ڈائجسٹ میں قسط وار ناول "زندان" شائع ہو چکا ہے جبکہ شہدائے کارگل پر چھپنے والی کتاب "شہدائے کارگل" اور ملیراں ادبی بورڈ کی کتاب "ونگی ادب" میں بھی مضامین شامل ہیں۔ چندی گڑھ بھارت میں ادبی کانفرنس میں شرکت کر چکے ہیں۔ اردو پنجابی دونوں زبانوں میں لکھتے ہیں، مادری زبان کی ترویج و ترقی کے لیے ہر فورم پر آواز اٹھاتے ہیں۔ ریڈیو کے پروگراموں میں بھی حصہ لیتے رہتے ہیں۔ نوجوان لکھاریوں کی حوصلہ افزائی و راہنمائی اور علاقہ میں ادبی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے ۲۰۱۲ء میں ادبی تنظیم، بزم ساجھ، پنجابی جس کے زیر اہتمام ہر ماہ باقاعدگی سے ادبی نشستوں کے علاوہ دیگر پروگرام ہوتے رہتے ہیں۔ شاعروں، ادیبوں اور فنکاروں کی حوصلہ افزائی کے لیے "ساجھ ایوارڈ" کا اجرا کیا اور ہر سال بہترین کتابوں کے علاوہ دیگر ادبی و ثقافتی سرگرمیوں پر ایوارڈ دینے کا سلسلہ جاری ہے۔

بڈالی میں خشونت سنگھ لائبریری قائم کی اور آج کل زیادہ تر وقت یہیں پر مطالعہ کرنے اور لکھنے میں گزارتے ہیں۔ ۲۰۰۲ء میں قومی سطح پر شاعری میں "مقدم ایوارڈ" حاصل کر چکے ہیں جب کہ ۲۰۱۲ء میں سماجی و ادبی خدمات پر اہلیان شہر نے "حسن کارکردگی ایوارڈ" سے نوازا۔ ۲۰۱۳ء میں مسعود کھدر پوش ٹرسٹ لاہور کی طرف سے "پنجابی سیوک ایوارڈ ۲۰۱۳ء" اور ۲۰۱۶ء میں ماہنامہ سچی کہانیاں کراچی کی طرف سے رائٹر ایوارڈ مل چکے ہیں۔ ۲۰۱۷ء میں ناصر باغ لاہور میں منعقد ہونے والے استاد عشق لہر میلہ میں زبان و ادب کی ترویج و ترقی پر دستار بندی کی گئی اور ۷۰ ویں سالانہ عشق لہر میلہ میں "عشق لہر سیوک ایوارڈ" حاصل کیا۔

بھٹی صاحب ادب میں اپنے آپ کو طفل مکتب سمجھتے ہیں۔ نوجوانوں کی راہنمائی و حوصلہ افزائی اور اپنے سینئرز کا احترام کرتے ہیں۔ ادب میں دائیں بائیں بازو اور گروہ بندی کے قائل نہیں اور ہر اچھی تخلیق کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ بھٹی صاحب مصنوعی پن سے نفرت اور قدرتی پن سے محبت کرنے والے ظاہری نمود و نمائش سے دور اپنی دھن میں مگن رہنے والے کھلے ذہن کے درویش انسان ہیں جو بڑے شہروں کی ہنگامہ خیزیوں اور چکا چوند روشنیوں سے بہت دور اپنے دیہاتی اور قدرتی ماحول میں خوش رہنے والے ایک پرسکون گوشے کو مسکن بنائے ہوئے بڈالی جیسے دور دراز علاقہ میں علم و ادب کی شمع روشن کیے بیٹھے ہیں۔ اپنے ضمیر کی مٹی اور دھرتی ماں سے یوں عشق کی حد تک پیار کرنے والے بھٹی صاحب جیسے نایاب لوگ نسل نو کے لیے مشعل راہ ہوتے ہیں۔ ☆☆